مرزا اسد ہمایوں

میرزا عیسیٰ خاں ترخان ثانی

مرزا عیسیٰ خان ترخان اس مقتدر خاندان کا فرد ہے جو ارغونوں کے ساتھ مل کر ترکستان کی چھوٹی سی ریاست قندھار کے انتظام و انصرام حکومت میں شریک تھا۔ لیکن بابر بادشاہ کے متواتر حملوں سے دل برداشتہ ہو کر اور حکم بابری کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے نقل وطن پر مجبور ہوا۔ چوں کہ خاندان ترخان اور ارغون کی رگوں میں حکمرانی کا لہو دوڑ رہا تھا، لہذا سندھ میں، قندھار کے مفتوح کی حیثیت سے نہیں بلکہ فاتح سندھ بن کر داخل ہوئے۔ ابھی سندھ میں ارغونوں کی حکومت قائم ہوئے تینتیس (۳۳) سال ہوئے تھے کہ خاندانِ ترخان میں اسی سرزمین پر ۹۶۰ھ میں مرزا عیسیٰ خان پیدا ہوا۔ اس کی ولادت کے دو ہی سال بعد یعنی ۹۶۲ھ میں اس کے دادا مرزا عیسیٰ ترخان (اوّل) ٹھٹھہ کی حکومت پر قابض ہوا۔ اس نے اٹھارہ سال حکومت کرنے کے بعد ۹۸۰ھ میں انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹوں صالح، غالب، جان بابا اور مرزا باقی کے درمیان تخت نشینی کی جنگ ہوئی۔ اور مرزا باقی کو اس میں فتح حاصل ہوئی۔ جان بابا، مرزا عیسیٰ خان کا والد اسی جنگِ اقتدار میں لقمۂ اجل بنا۔

ان حالات میں مرزا عیسیٰ ترخان اپنے ننھیال میں سمیجہ قبیلے کے ساتھ سکونت پذیر رہا تاکہ مرزا باقی کی خون آشام حکومت سے محفوظ رہ سکے۔ لیکن کچھ عرصے بعد مرزا باقی نے خودکشی کرلی اور اس کی جگہ مرزا پائندہ بیگ اور اس کے بیٹے مرزا جان بیگ نے ٹھٹھہ کی حکومت سنبھالی، اگرچہ مرزا باقی کی موت نے مرزا عیسیٰ خان کی امنگِ حکمرانی کو بڑھا ضرور دیا تھا، لیکن مرزا جان بیگ کی حکمت و سیاست نے اسے اس قدر نوازا کہ اس کا شوقِ حکمرانی مرزا جان بیگ کی عنایت و شفقت اور مہربانی کے بوجھ تلے دب گیا۔ "ترخان نامہ" کی تحریر سے پتا چلتا ہے کہ جب حکومت مرزا جانی بیگ کے ہاتھ آئی تو وہ اسے تسلی دے کر نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے زمانے میں ٹھٹھہ میں لے آیا۔

سید میر محمد لکھتے ہیں:

"و میرزا عیسیٰ ترخان بن جان بابا ترخان کہ از ملاحظہ میرزا محمد باقی در احتشام سمیجہ مختفی بود، بہزار

تعلق و دلاسا باعزاز و اکرام در تحفہ آوردہ عمۂ خود را در حبالہ نکاح او آوردہ وجاگیر و منصب مقرر نمود۔[۱]

انہی وجوہ کی بنا مرزا عیسٰی اپنے والد کے دعوئی حکومت سے دست بردار ہوگیا حالانکہ اس دورِ پُرآشوب میں مغلوں کا حملہ بھی ہوا اور سندھ کی خود مختاری بھی متاثر ہوئی، کیونکہ مرزا جانی کے اکبر اعظم کے پاس جانے سے یہ ثابت ہوگیا تھا کہ اب سندھ میں خود مختاری کی جنگ نہیں لڑی جائے گی بلکہ یہ بھی ہندوستان کے دیگر بارہ صوبوں کی طرح مزید تیرھواں صوبہ بنے گا۔

جب یہ واقعات رونما ہو رہے تھے، اس وقت مرزا عیسٰی تمام پہلوؤں کا جائزہ لے رہا تھا اور منتظر تھا کہ شاید دستِ غیبی سے اس کے لیے بھی کوئی راہ نکل آئے، اور پھر ایسا ہی ہوا۔ ۱۰۰۹ھ/۱۶۰۰ء میں جانی بیگ کا انتقال برہان پور میں ہوا اور ادھر مرزا عیسٰی نے حکومت کی ہوس میں ہاتھ پاؤں مارنے شروع کیے۔ خسرو خاں چرکسی نے جو اس خاندانِ ترخان کا مستقل وکیل تھا، مرزا غازی کو باپ کا جانشین بنایا اور اس نے چاہا کہ مرزا عیسٰی کو قید کر دے۔[۲] لیکن مرزا عیسٰی دوبارہ سیہجھ لوگوں میں چلا گیا اور قدرتِ الٰہی سے اس بات کا منتظر تھا کہ اس کے لیے بھی کوئی راہ نکل آئے۔ لیکن ابو القاسم کے گرفتار اور اندھا ہونے کے بعد جان کے خوف سے وہ شہنشاہِ اکبر کے حضور میں چلا گیا تھا۔ وہاں وہ ملازموں کی فہرست میں داخل ہو کر طرح طرح کی خدمتیں بجا لانے لگا۔[۳] مرزا فوری طور پر اکبر کے پاس نہیں گیا تھا بلکہ کچھ عرصہ اس نے سندھ میں گزارا اور تقریباً دس بارہ سال کی روپوشی کے بعد وہ اکبر اعظم کے پاس پہنچا تھا۔ مصنف ترخان نامہ لکھتے ہیں۔ "جب ۱۰۱۲ھ میں اکبر بادشاہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا تو بادشاہ سلامت نے اس کے حال پر بہت زیادہ عنایت و مہربانی کی اور خلاف قاعدہ اس پر اتنی رعایت و شفقت کی کہ وہ امرا جو مملکت کے انتظامی امور میں شریک تھے، ان میں شامل کر لیا اور سو سوار کا منصب زیادہ کر دیا۔"[۴] اکبر نے میرزا عیسٰی خان کے منصب میں اس لیے اضافہ کیا تھا کہ اگر

---

[۱] سید میر محمد بن سید جلال تتوی۔ ترخان نامہ، ص ۶۶

[۲] صمصام الدولہ۔ ماثر الامرا جلد سوم، ص ۴۰۸، ۴۰۹

[۳] میر علی شیر قانع ٹھٹھوی۔ تحفۃ الکرام، ص ۲۹۴

[۴] ترخان نامہ۔ ص ۹۶

ضرورت پڑے تو یہ مغل منصب دار سندھ کا انتظام احسن طریقے سے سنبھال سکے، کیوں کہ اس وقت مرزا غازی، دربارِ اکبری میں آنے سے لیت و لعل کر رہا تھا۔ بالآخر غازی بیگ نے اپنی سپاہ کی قوت اور مغلوں کی طاقت کا موازنہ کرتے ہوئے دربار میں پیش ہونے کو ترجیح دی۔ جس وقت مرزا غازی بیگ نے اکبر سے شرفِ ملاقات حاصل کیا، اس وقت غازی بیگ کی عمر بمشکل بیس سال تھی۔ اکبر نے اس کے باپ کی خدمات کو دیکھتے ہوئے اسے بھی شاہی عنایات سے نوازا اور ولایتِ سندھ اس کو دے دی۔ جبکہ جہاں گیر نے قندھار کی حکومت کا مزید اضافہ اپنے دور میں کیا اور اس طرح مرزا غازی سندھ اور قندھار کا صوبے دار بن گیا۔

مرزا عیسیٰ کے بارے میں مزید معلومات دورِ اکبری میں نہیں بلکہ عہدِ جہاں گیری میں ملتی ہیں۔ یوں تو اس نے اکبر سے منصب حاصل کرنے کے بعد یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ بھی دوسرے مغل امیروں سے صلاحیت میں کم نہیں، لیکن اصل خدمات جو اس نے انجام دیں وہ جہاں گیری اور شاہ جہانی دور سے متعلق ہیں۔ شیخ فرید بھکری لکھتے ہیں: "حضرتِ جہاں گیری رسید و بمنصب فاخرہ رسیدہ تعینات دکن گشت"[۵۵] غالباً اسی علاقے کے بارے میں ترخان نامہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ بہت سے ارکانِ دولت اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوئے اور اس کو ان مقامات پر مقرر کروایا جہاں کے لوگ سخت زور آور تھے۔"[۵۶] تقریباً چھ سال تک وہ خان جہاں کے ساتھ وابستہ رہا اور دکن میں خدمات انجام دیں۔ "جب ۱۰۲۱ھ میں مرزا غازی کی خبر وفات پہنچی،"[۵۷] تو اس وقت بھی مرزا کو یہیں سے طلب کیا گیا۔ اسی لیے شیخ فرید لکھتے ہیں۔ "پس از فوت مرزا غازی بیگ در ہزار سال و بیست و یک ہجری بموجب فرمان طلب از دکن بحضور آمد۔"[۵۸] اس دفعہ خصوصی طور پر مرزا عیسیٰ اور میرزا رستم قندھاری، دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کے لیے دربار میں بلوائے گئے کیونکہ سندھ میں خسرو خاں چرکس نے اپنا اقتدار اس قدر بڑھالیا تھا کہ بغیر بادشاہ کی مرضی معلوم کیے ایک شخص عبدالعلی کو نامزد کر کے خود حکمرانی کرنے لگا چونکہ

---

۵۵ شیخ فرید بھکری۔ ذخیرۃ الخوانین، ص ۲۱۰

۵۶ ترخان نامہ، ص ۹۶، ۹۷

۵۷ محمد صالح کنبوہ۔ شاہ جہان نامہ، ص ۷۷

۵۸ ذخیرۃ الخوانین۔ ۲۱۰

یہ من مانی خلاف اقتدار اعلیٰ تھی لہذا جہاں گیر نے فوری طور پر میرزا عیسیٰ ترخان کو دکن سے طلب کیا تاکہ وہ ٹھٹھہ کے صوبے کا انتظام سنبھال لے۔ جہاں گیر نے اپنی توزک میں لکھا ہے :

" میرزا عیسیٰ ترخان جو میرزا غازی کے رشتے داروں میں تھا اور دکن کے لشکر میں متعین تھا، میں نے اسے ٹھٹھہ بھیجنے کے خیال سے طلب کیا تھا۔ اس نے اسی تاریخ میں میری خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کی، چونکہ وہ مہربانیوں اور نوازشوں کے قابل تھا، اس لیے میں نے اسے ہزاری ذات اور پانصد سوار کے منصب سے ممتاز کیا۔"[۹]

جہاں گیر نے یہاں بھی اس بات کا خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ اس کو ٹھٹھہ بھیجنا چاہتا تھا لیکن یہ کہیں نہیں لکھا کہ اس کو بھیج دیا۔ اس کے برعکس اس کی توزک اس بات کی تائید کرتی ہے کہ مرزا غازی کے انتقال کے بعد مرزا رستم قندھاری کو ٹھٹھہ بھیجا، کیونکہ مرزا غازی کے انتقال کے وقت نہ تو مرزا رستم قندھاری دربار میں موجود تھا اور نہ میرزا عیسیٰ ترخان۔ لہذا ان دو میں سے کسی ایک کو سندھ اور قندھار کے علاقوں کی مناسبت سے بھیجنا تھا۔ جہاں گیر لکھتا ہے :

مجھے خیال آیا کہ اسے (میرزا رستم کو) ٹھٹھے کی حکومت پر بھیجوں تاکہ وہ وہاں اپنے ذاتی جوہر و قابلیت دکھا کر اچھے طریقے سے ملک کی حفاظت و نگرانی کرے، چنانچہ میں نے اسے پنج ہزاری ذات و سوار کے منصب سے سرفراز کر کے دو لاکھ روپے نقد بطور مدد خرچ کے دیے اور ٹھٹھے کی صوبے داری کے لیے روانہ کیا۔"[۱۰]

جہاں گیر تو اس سے اچھی توقعات لگائے بیٹھا اور ادھر اہلِ سندھ میرزا کے ظلم و ستم کا شکار تھے، اور دربار میں برابر اس کی کوئی نہ کوئی نئی شکایت آتی رہتی تھی۔ لہذا یہ شکایات اس کی برطرفی کا سبب بنیں، بلکہ کچھ عرصہ اسے " انی رائے سنگھ دلن" کی حراست میں بھی رہنا پڑا۔ اس طرح میرزا رستم ۱۰۲۱ھ سے ۱۰۲۳ھ تک سندھ میں بحیثیت صوبے دار رہا۔ لیکن جہاں گیری عہد کے مستند مورخ معتمد خان نے مرزا عیسیٰ کے بارے میں نہیں لکھا کہ کس وجہ سے اس کو ٹھٹھہ نہیں بھیجا گیا، اور نہ ہی توزکِ جہاں گیری میں اس کا کوئی حوالہ ملتا ہے۔ مگر " ترخان نامہ " اور " ذخیرۃ الخوانین " کے مصنفین نے

---

۹ نورالدین جہاں گیر بادشاہ۔ توزکِ جہاں گیری، ج دوم، ص ۳۷۰

۱۰ ایضاً۔ ص ۴۲۶

واضح طور پر میرزا عیسیٰ سے امرا کے حسد و رقابت کو بیان کیا ہے۔ مصنف ترخان نامہ لکھتے ہیں: "جہاں گیر بادشاہ کے ایامِ حکومت میں مدار المہامی کا عہدہ اکثر کسی نہ کسی وسیلے سے ملتا تھا۔ لیکن عیسیٰ ترخان نے یہ عہدہ بادشاہ سے بغیر کسی وسیلے کے حاصل کیا اور کسی کا وسیلہ تلاش نہ کیا۔ یہاں تک کہ بہت سے ارکانِ دولت اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے۔"[۱۱] گویا دربار میں ایک عنصر ایسا بھی تھا جو مرزا کی مخالفت نہایت شدت سے کرتا تھا اور بادشاہ اس گروہ سے اس قدر متاثر تھا کہ باوجود مرزا عیسیٰ کے بروقت دربار میں حاضری دینے کے اس کو ٹھٹھے نہیں بھیجا گیا۔ یہاں یہ واضح طور پر تو نہیں کہا جاسکتا کہ کون کون اشخاص اس کے مخالف تھے، البتہ سندھ کے حالات کا مکمل جائزہ لینے سے یہ بات ضرور کہی جاسکتی ہے کہ اس علاقے کی صوبے داری کے بہت سے لوگ امیدوار ہوں گے، کیوں کہ یہ علاقہ امن پسند باشندوں کا وطن تھا، جب کہ اس کے برعکس دکن اور بنگال میں آئے دن کی بغاوتیں کسی بھی صوبے دار کو چین سے نہ بیٹھنے دیتی تھیں۔ پھر مرزا عیسیٰ کا تو یہ وطن تھا اور اس سے زیادہ خواہش کسی اور کو کیا ہوسکتی ہے۔ لیکن مرزا رستم قندھاری کی بھی بالکل یہی حالت تھی، کیوں کہ اس کا وطن قندھار بھی اس دور میں سندھ کے صوبے سے متعلق تھا، اور جس طرح مرزا غازی کو سندھ اور قندھار کی حکومت ملی تھی، اس کی خواہش بھی یہی رہی ہوگی کہ اس کو بھی سندھ و قندھار ملیں گے۔ لیکن اس کی امیدوں کے برخلاف اسے صرف سندھ کا صوبے دار بنایا گیا، البتہ یہاں مرزا عیسیٰ ترخان کے اثرات ان سے زیادہ تھے۔ لہٰذا مرزا رستم کی صوبے داری کو ناکام بنانے کے لیے سندھ کے لوگوں نے طرح طرح کی شکایتیں دربارِ جہاں گیری میں پہنچائیں اور ان ہی شکایات کی بنا پر نہ صرف مرزا رستم کو ٹھٹھے کی صوبے داری سے معزول کیا گیا بلکہ کچھ عرصہ وہ رائے دلپ سنگھ کی حراست میں بھی رہا لیکن بے بنیاد شکایتوں کی تحقیقات کے بعد مرزا قندھاری کا عہدہ دوسرے صوبے میں بحال کردیا گیا۔

انہی مذکورہ بالا واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے شیخ فرید بھکری لکھتے ہیں کہ بعض حاسد امرا نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مرزا ایک زمانے سے اپنے موروثی ملک کی آرزو میں ہے، اگر اس نے مستقل طور سے قبضہ کرلیا اور کیچ و مکران اور سرحد کے حاکم سے جو قریب ہی ہے مدد حاصل کرکے بادشاہ عباس صفوی (والیِ

---

[۱۱] ترخان نامہ، ص ۹۶

ان) سے تعلق پیدا کر لیا تو اس کے تدارک میں بہت وقت لگے گا۔ بادشاہ نے بدگمان ہو کر مرزا رستم رھاری کو اس ملک کی حکومت پر مامور فرما دیا۔"[۱۲] اس وقت مرزا عیسیٰ کا منصب دو ہزاری ذات و دار تھا۔ بہر حال مرزا عیسیٰ کی تقدیر میں ٹھٹھے کا گورنر بننا منظور نہ تھا، لہٰذا وہ احکام جو اس کی صوبے داری ے تھے، منسوخ ہوئے اور اس کی جگہ تھوڑی سی جاگیر مرزا کی تالیفِ قلب کے لیے دے دی گئی۔

صام الدولہ کے بیان کے مطابق اس کو "دھن پور" گجرات کی جاگیرداری ملی اور وہ اس صوبے میں مین ہوا[۱۳] ۱۰۲۱-۲۲ھ کے بعد مرزا عیسیٰ ترخان کا ذکر ٹھٹھے کی گورنری کے ضمن میں دوبارہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۰۳ھ / ۱۶۲۷ء میں جہانگیر کے آخری سنِ جلوس میں آتا ہے، جب کہ اقبال نامہ، شاہ جہان نامہ، ذخیرۃ الخوانین ر مآثر الامرا کے مصنفین نے جہاں اس کے منصب میں چار ہزاری ذات اور دو ہزار پانچ سو سوار کا ذکر کیا ہے، وہاں ں کی ٹھٹھے کی صوبے داری کا بھی ذکر ہے، جو اس کو شاہ جہان نے دینی چاہی - محمد صالح کنبوہ ۱۷ ربیع الثانی ۲۶ دسمبر ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء کے واقعات میں لکھتے ہیں۔ "مرزا عیسیٰ ترخان کو چار ہزاری ذات، ہزار پانچ سو سوار کا منصب اور ٹھٹھے کی صوبے داری عطا کر کے ادھر روانہ کیا۔"[۱۴] کیوں کہ جہانگیر کے ری عہد میں شاہ جہان نے باغیانہ سرگرمیوں کا آغاز کر دیا تھا اور وہ عمر کوٹ اور ٹھٹھہ وغیرہ کے راستے رات پہنچا تھا، لیکن گجرات کے صوبے دار سیف خاں نے شاہ جہان سے مقابلہ کیا اور شب خون بھی ے، جب کہ گجرات کے جاگیر دار اور امرا شاہ جہان کے ساتھ تھے، ان میں مرزا عیسیٰ بھی تھا اور وہ سب بازی لے گیا اور وہ اس طرح کہ "بہ کمالِ خلوص و دانائی" گجرات کے صوبے دار سے پوچھے بغیر احمد آباد عیدگاہ میں صاحب قران ثانی شاہ جہان بادشاہ کا خطبہ پڑھوایا اور خود شاہ جہان سے ملنے احمد آباد ے تیس کوس کے فاصلے پر ایک گاؤں میں قدم بوسی سے مشرف ہوا اور شاہ جہان بادشاہ کو دیگر امرا سے پہلے اس صوبے میں تھے، کورنش و مبارک باد پیش کی۔"[۱۵] حالاں کہ اس وقت تک شاہ جہان کی تاج پوشی بھی

---

۱۲ ذخیرۃ الخوانین، ص ۲۱۱ - نیز بحوالہ مآثر الامرا، ص ۴۰۹

۱۳ مآثر الامرا - جلد سوم، ص ۴۰۹

۱۴ شاہ جہان نامہ، جلد اول، ص ۲۵۲

۱۵ ترخان نامہ، ص ۹۷

نہ ہوئی تھی، اور تاج پوشی ہی کے جشن میں شرکت کرنے کے واسطے مرزا عیسیٰ بھی ساتھ ساتھ تھا، لیکن راستے ہی میں ان کو ٹھٹھے کی صوبے داری پر نامزد کر دیا گیا۔ محمد صالح کنبوہ نے نامزدگی کے ان احکام کی دو ماہ بعد پھر تائید کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ صوبہ (ٹھٹھہ) حسب فیصلہ مرزا عیسیٰ ترخان کے نام رہا، جسے آپ نے گجرات سے ٹھٹھہ روانہ کیا۔"[16] تقریباً دو ماہ میں مرزا عیسیٰ نے تیاری مکمل کی، اس کی اس تاخیر کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ وہ گزشتہ احکام سے ایک مرتبہ دل برداشتہ ہو چکا تھا، جب کہ جہاں گیر نے نامزدگی بھی کی اور وہ ایک روز اس کے دربار میں حاضر بھی ہوا، لیکن کوئی امید افزا نتائج برآمد نہ ہوئے تھے۔ غالباً وہ اس بات سے واقف تھا کہ اس کے یہ احکام بھی دوبارہ منسوخ ہو جائیں گے اور ایسا ہی ہوا، کیوں کہ جب وہ گجرات کی حدود کو پار کرنے ہی والا تھا کہ اس کے ہاتھ میں شاہی احکام تھما دیے گئے، جس کے مطابق اسے واپس بلوا لیا گیا تھا۔

مستند ماخذوں کے مطالعے سے تو یہی معلومات حاصل ہوئی ہیں کہ اس کو واپس بلوا لیا گیا تھا اور وہ ٹھٹھے کی صوبے داری کا چارج بھی نہ لے پایا تھا، بلکہ یہ کہ مرزا عیسیٰ ٹھٹھہ یا سندھ میں داخل ہی نہ ہوا تھا کیونکہ راستے ہی میں خواجہ باقی (مشیر خواجہ) کا انتقال ہو گیا تھا، جس نے اس کو واپسی کے احکام دیے تھے اور خود اپنی صوبے داری کا پروانہ دکھایا تھا۔ لیکن ترخان نامہ کے مصنف نے اس کے برعکس ایک اور ہی انداز اختیار کیا ہے، جس سے پتا چلتا ہے کہ مرزا عیسیٰ خان نہ صرف ٹھٹھے میں آیا بلکہ شریف الملک کو گرفتار بھی کیا۔[17] مصنف ترخان نامہ لکھتے ہیں۔ "اس کو (ٹھٹھہ) کا صوبے دار بنا کر یہ حکم دیا کہ مرزا ٹھٹھہ جا کر شریف الملک کو پکڑ کر بادشاہ کے دربار میں بھیج دے، تاکہ وہ اپنے افعال و کردار شنیعہ کی سزا پا سکے، اور اگر وہ جنگ کرے تو اس کو جان سے مار دے۔"[18] اس بیان کو یہ کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا کہ یہ واقعہ دوسری کتابوں میں نہیں ہے، لہٰذا قابلِ اعتماد بھی نہیں۔ ترخان نامہ کے اس بیان کی تائید اس طرح سے

---

[16] شاہ جہان نامہ۔ ص ۳۰۳

[17] ایضاً۔ ص ۲۵۲ ــــ شریف الملک گرالہ کا جاگیر دار تھا، مرزا خسرو کی طرف سے اس نے شاہ جہان سے مقابلہ بھی کیا تھا، جب وہ سندھ میں داخل ہوا تھا۔ اگرچہ اس وقت گرالہ کا علاقہ اوچ کے ساتھ اور گجرات کے ساتھ ہونے کی وجہ سے سندھ سے خود مختار تھا، غلام شاہ کلہوڑا کے عہد میں گرالہ کا الحاق سندھ سے ہوا۔

[18] ترخان نامہ۔ ص ۹۸

ہو سکتی ہے کہ ممکن ہے مرزا عیسیٰ نے گجرات کے اس علاقے کے شریف الملک یا شیر الملک کو قابو میں کیا ہو، اور جیسا کہ مصنف کا بیان ہے " شیر الملک جو خود بھی بہت بہادر اور دلیر تھا اور بہادروں اور دلیروں کا لشکر بھی رکھتا تھا، مقابلے پر آیا ہو، لیکن عیسیٰ خان بادشاہی لشکر اطراف و جوانب سے جمع کر کے اس کے مقابلے پر نکلا ہوا اور سخت جنگ کے بعد اس کو گرفتار کر کے بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا ہو۔"[۵۱] یہ تمام واقعات درست مان لیے جائیں تو یہ بات ثابت ہے کہ مغلوں کے دور میں ککرالہ کا علاقہ جو اوچ اور گجرات تھا، سندھ سے ملحق نہ تھا، بلکہ گجرات سے ملحق تھا۔

شاہ جہان نامہ نے مرزا عیسیٰ ترخان کے بارے میں تاریخ وار بھی لکھا ہے۔ پھر جب مصنف نے مرزا عیسیٰ کا ذکر کیا تو تاریخ بھی دی اور ان تاریخوں کے ہوتے ہوئے کسی غیر تاریخی تصنیف کو ماننا دشوار ہے۔ مصنف لکھتے ہیں۔" مرزا عیسیٰ ترخان ٹھٹھے کی صوبے داری پر متعین ہوا تھا، لیکن ضرورت وقت کے تقاضے سے وہ صوبہ شیر خواجہ کے سپرد کر دیا گیا۔ مرزا عیسیٰ ترخان راستے سے واپس آگیا اور چار ہزاری ذات، تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔"[۵۲] جب جہانگیر نے نامزدگی کے احکام منسوخ کیے تھے تو اس کی جگہ مرزا رستم قندھاری کو بھیجا تھا اور جب شاہ جہان نے احکام دے کر منسوخ کیے تو خواجہ باقی کو ٹھٹھہ بھیجا تھا، اور مرزا عیسیٰ اس دوران یعنی ۲۳ شعبان (۲۸ اپریل) ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۸ء کو دربار میں پہنچ چکا تھا۔ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ مرزا عیسیٰ کے احکام جو منسوخ ہو گئے تھے، وہ اس کو اپریل میں ملے جب کہ خواجہ باقی (شیر خواجہ) کے حق میں ٹھٹھے کی صوبیداری کے احکام ۲ رجب (۸ مارچ) ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۸ء کو جاری ہوئے۔ اسی سن وار تاریخ کے حوالے سے محمد صالح لکھتے ہیں کہ خواجہ باقی خاں کو چار ہزاری ذات، ساڑھے تین ہزار سوار کا منصب، خلعت، خنجر مرصع، گھوڑا، علم اور نقارہ نیز صوبہ ٹھٹھہ کی صوبے داری عطا ہوئی۔"[۵۳] گویا دوسری دفعہ ۲۶ دسمبر ۱۶۲۷ء سے ۸ مارچ ۱۶۲۸ء تک یعنی دو ماہ اور بارہ دن تک مرزا عیسیٰ ہی کے لیے ٹھٹھے کی صوبیداری کے احکام رہے لیکن اس قلیل عرصے میں مرزا عیسیٰ اپنے عہدے کا چارج نہ لے سکا۔

---

۵۱ ترخان نامہ - ص ۹۸

۵۲ شاہ جہان نامہ - ص ۲۶۶

۵۳ ایضاً ، ص ۲۶۸

سندھ کے نامور مؤرخ حسام الدین راشدی مرحوم نے مکلی نامہ کے حواشی میں لکھا ہے کہ "مرزا عیسیٰ کے تبادلے کا فرمان یکم رجب ۱۰۳۷ھ کو جاری ہوا، لیکن شیر خواجہ کے ٹھٹھے پہنچنے میں غالباً کچھ عرصہ لگا اور مرزا عیسیٰ نے اپنے تقرر سے نو ماہ بعد ربیع الاوّل ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء کو چارج دیا۔"[۲۳] حسام الدین راشدی صاحب نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ غالباً ان کی نظر سے شاہ جہان نامہ کے مذکورہ بالا سن نہیں گزرے تھے، لہٰذا ان سے یہ غلطی ہوئی۔ پھر یہ کہ شیر خواجہ نے اس سے اس عہدے کا چارج ہی نہیں لیا، کیوں کہ وہ خود راستے ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ محمد صالح لکھتے ہیں۔ "۷ خرداد (۲۷ مئی ۱۶۲۸) کو میر حسام الدین انجو کو (مرتضیٰ[۲۴] خان) کا خطاب اور خنجر مرصع، ہاتھی اور پچاس ہزار روپیہ انعام عطا ہوا۔ اسے ترقی دے کر اس کا منصب چار ہزاری ذات، تین ہزار سوار مقرر ہوا)۔ ٹھٹھہ کی صوبہ داری عطا ہوئی، پہلے یہ عہدہ شیر خواجہ کو عطا ہوا تھا، لیکن وہ راستے ہی میں فوت ہو گیا تھا، لہٰذا یہ منصب اس کے حوالے ہوا۔"[۲۴]

بہر حال مرزا عیسیٰ خان یاس و بیم کی حالت میں دار الخلافہ واپس ہوا، اور اس کی خاطر داری اور دلجوئی کے لیے اس کو کچھ عرصہ دربار میں رکھا، پھر پانچویں سن جلوس شاہ جہان شعبان (مارچ) ۱۰۴۰ھ/۱۶۳۲ء میں مرزا عیسیٰ ترخان کو خلعت گھوڑا اور ایلچ پور کی جاگیرداری عطا ہوئی۔[۲۵] لیکن صمصام الدولہ کا بیان محمد صالح کنبوہ سے مختلف ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "مرزا (عیسیٰ) ناکام راستے سے واپس لوٹ آیا اور متھرا اور اس کے قرب و جوار کی جاگیرداری پر فائز ہوا۔"[۲۶] اصل کتاب کے مترجم نے اس سلسلے میں نوٹ دے کر معلومات میں مزید اضافہ کیا ہے۔ ان کے مطابق "متھرا کے قریب اس کے نام پر ایک گاؤں عیسیٰ پور آج بھی موجود ہے۔"[۲۷] غالباً اس نے کئی جگہ مختلف آبادیاں بسائیں اور ویرانوں کو آبادی کی شکل میں تبدیل کیا۔ اس کی یہ ساری

۲۳۔ سید میر علی شیر قانع ٹھٹھوی — "مکلی نامہ" حواشی سید حسام الدین، ص ۲۹۷

۲۴۔ مرتضیٰ خان انجو کا انتقال ٹھٹھے میں ۱۰۳۹ھ/۱۶۲۹ء میں ہوا، اسی سال امیر خان صوبے دار ملتان کو صوبے دار ٹھٹھہ بنا کر بھیجا گیا۔ جامع مسجد ٹھٹھہ انہی کے عہد کی تعمیر ہے۔

۲۵۔ ایضاً، جلد اوّل، ص ۳۳۶

۲۶۔ شاہ جہان نامہ، ص ۲۶۸

۲۷۔ ایضاً، ص ۳۱۰

۲۸۔ مآثر الامرا، ص ۳۱۰

کوششیں انفرادی تھیں جس کا مقصد رفاہِ عامہ کے سلسلے کو تیز کرنا بھی تھا اور اس طرح بروقت سپاہیوں کی سہولتیں بھی حاصل کی جا سکتی تھیں، پھر یہ کہ ملک یا کم از کم اس صوبے کی پیداوار میں یہ مقامی لوگ باعث اضافہ بھی بنتے تھے۔ اس طرح ملک کو مزید خراج حاصل ہوتا تھا۔

مرزا عیسیٰ کی تعریف میں سید جلال بخاری لکھتے ہیں۔ "وہ شخص بہت خلیق، علم دوست، حلیم و بردبار، صاحبِ ہمت و غیرت، قبیلہ پرور، سپاہیوں کا دوست اور ویرانوں کو آبادی میں تبدیل کرنے والا تھا"[۵۲۸]

مرزا نے بہ حیثیت منصب دار کے ہر کام بہ حسن و خوبی انجام دیا اور آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہوئے بڑے سے بڑا منصب حاصل کیا۔ یہی نہیں، مرزا کی اولاد بھی بڑے بڑے منصبوں پر مرزا کی زندگی ہی میں فائز ہو گئی۔

تیرھویں سن جلوس شاہ جہانی میں ان کو "سرکار سورت کی فوج داری ملی"[۵۲۹] یکم جمادی الثانی ۱۰۴۹ھ/ ۱۶۳۹ء کو تیرھویں سال جلوس ہی کے موقع پر اس کے منصب میں ترقی ہوئی اور "ہزار سوار کی ترقی دے کر پنج ہزار ذات و سوار، ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سربلندی بخشی"[۵۳۰] اس وقت جب کہ وہ سورت کا صوبے دار تھا اس کی عمر نوے سال کی تھی اور اس بڑھاپے میں ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء میں اعظم خان کی جگہ گجرات کا صوبے دار مقرر فرمایا۔ اگرچہ اعظم خان نے سرکشوں کی تنبیہ بخوبی کی تھی لیکن گجرات کی رعایا کے ساتھ مناسب سلوک نہ کر سکا۔ مرزا عیسیٰ کے سواروں (پانچ ہزار) میں سے ڈھائی ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے۔[۵۳۱] گویا مرزا کو ہر اس جگہ بھیجا جاتا تھا جہاں یا تو سرکشی عروج پر ہوتا کہ سرکشوں کا سر نیچے کر سکے اور اگر رعایا بدحال ہے تو ان کو خوش حال بنا دے۔

مرزا نے گجرات آتے ہی عوام کے دل جیت لیے، تمام شورشیں آہستہ آہستہ دب گئیں اور پورے گجرات میں امن و امان کا دور دورہ ہو گیا۔ مرزا کو یہاں حکومت کرنے میں زیادہ دشواری نہ ہوئی، کیوں کہ مرزا عیسیٰ یہاں بہت عرصہ تک رہا تھا، لہٰذا ان کا مزاج شناس ہو گیا تھا،

---

۵۲۸ ترخان نامہ، ص ۹۷
۵۲۹ مآثر الامرا، ص ۳۱۰
۵۳۰ شاہ جہان نامہ، ص ۲۵۵
۵۳۱ ایضاً، ص ۳۰۰

اس لیے رعیت کی مرضی کے مطابق تمام مسائل حل کیے، جونہی یہاں امن و امان قائم ہوا، جون ۱۶۴۴ء کو شاہی فرمان پہنچا جس کے مطابق " مرزا عیسیٰ ترخان کو ڈھائی ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کی ترقی دے کر پنج ہزاری ذات، پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب عطا فرمایا اور خلعت اور طلائی زین کا گھوڑا عنایت کر کے الہ آباد کو روانہ کیا۔"[۳۲] مرزا کی خدمات یہیں پر ختم نہیں ہوئیں۔ اس بڑھاپے میں بھی وہ جوانوں کی طرح گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو کر الہ آباد سے قندھار کی طرف روانہ ہوگیا۔ غرض یہ کہ اس نے سورت اور الہ آباد سے لے کر قندھار تک چپے چپے کی خاک اپنے گھوڑے کے سموں سے ہر طرف بکھیر دی۔

جہاں تک قندھار کے قلعہ "ارک" کا تعلق ہے، اس کی تمام تر ذمے داری مرزا عیسیٰ خان پر نہیں ڈالی جاسکتی، اس لیے کہ نہ تو وہ قلعے دار تھا اور نہ تن تنہا شہنشاہ ایران کا مقابلہ اس کے بس کی بات تھی، لہٰذا اس کی حفاظت وہ پوری طرح نہ کر سکا اور یہ قلعہ آخر کار شہنشاہ ایران کے حوالے کرنا پڑا، لیکن یہاں مرزا عیسیٰ سے ایک بڑی غلطی یہ ہوئی کہ اس نے "شاہ ایران سے گنج علی کے باغ میں ملاقات (بھی) کی۔"[۳۳] لیکن شہنشاہ شاہ جہان نے چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے اس سے کوئی باز پرس نہیں کی، بلکہ سورت کی جاگیر حسبِ سابق برقرار رکھی۔

۱۳ محرم (۲۶ دسمبر ۱۶۵۱) کو مرزا عیسیٰ ترخان کا انتقال ہوا۔ وہ جوناگڑھ سے بارگاہِ شاہی میں حاضر ہونے کے لیے آرہا تھا کہ راستے میں بمقام سانبھر فوت ہوگیا۔[۳۴]

جس طرح مرزا نے اپنی زندگی میں ویران جگہوں کو آباد کیا، علاقوں کو سرسبز و شاداب اور عوام الناس کو خوش حال کیا، اسی طرح اس نے اپنے آبائی قبرستان کی ویرانی کو ختم کرنے اور اہل مکلی کے قرب و جوار کے لوگوں کو روزگار فراہم کرنے کے لیے اپنے ہی مقبرے کی تعمیر شروع کروادی۔ غالباً اس مردِ شہسوار کو اپنی موت کی فکر ہر وقت دامن گیر رہتی تھی، اس کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ اس صد سالہ

۳۲ھ شاہ جہان نامہ، ص ۳۳۹ ۳۳ھ ایضاً، ص ۵۴۰

۳۴ھ ایضاً، ص ۵۴۰ ــــ ذخیرۃ الخوانین (ص ۲۱۲) کے مطابق اس کی عمر ۱۱۲ سال بنتی ہے اور مآثرالامرا کے مطابق سو سال سے زیادہ ہے، جب کہ مصنف "ترخان نامہ" لکھتے ہیں کہ "عمر شریفش نود و پنج سال بود" یعنی پنچانوے (۹۵) سال کی عمر پائی۔

بوڑھے کے ہاتھ میں تسبیح کی جگہ ہمیشہ گھوڑے کی باگ، تلوار یا مینا و جام یا گلفام ہوتی۔ یہ اس کی خوبی تھی کہ اس نے عیش و عشرت میں ڈوبے رہنے کے باوجود رشتۂ حیات کے منقطع ہونے کے دن کو ہمیشہ یاد رکھا۔ کہتے ہیں (درگاہ کے لیے) پتھر اس نے خود اسی علاقے سے بھیجے تھے اور وہ اٹھارہ سال میں مکمل ہوئی تھی۔ اس پر خرچ موضع لوزائی کی آمدنی سے ہوا تھا، جو اس کے بزرگوں کی قبروں کے اخراجات کے لیے وقف تھا۔[۳۵] میر علی شیر قانع نے اس علاقے کا نام نہیں دیا جہاں سے یہ پتھر دیا گیا تھا۔ لیکن پاکستان کے ماہرین آثارِ قدیمہ کی نظر میں یہ پتھر جھنگ (علاقہ سندھ) سے بھیجا گیا۔ آج بھی اس کی مرمت کے لیے یہیں کا پتھر استعمال کیا جاتا ہے، تاکہ مقبرے کی قدامت جدیدیت کی آمیزش کے باوجود برقرار رہے، جب کہ ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ اس مقبرے کے پتھر خود مرزا عیسیٰ نے کاٹھیاواڑ (گجرات) سے بھیجے تھے اور غالباً ۱۶۴۲ء میں بھیجنے شروع کیے اور اسی سال مقبرے کی تعمیر بھی شروع ہو گئی، اس طرح تقریباً ۹ سال کے عرصے میں یہ مقبرہ تکمیل کی حالت کو پہنچا۔ کہتے ہیں اس ڈیگاہ (خانقاہ) کے دورانِ تعمیر ہی مرزا وفات پا گیا اور اس کے عمال نے اس کی مزید تعمیر روک دی، ورنہ مرزا کا خیال تھا کہ بڑے نشیمن کے سامنے چاروں طرف قابلِ دید نشیمن ایک دوسرے کے جواب میں تعمیر کرائے جائیں۔[۳۶]

اس مقبرے کو اگر ذرا دور سے دیکھا جائے تو ہندی فنِ تعمیر کا بہترین نمونہ نظر آتا ہے، لیکن جونہی قریب جائیں تو ہندی مسلم فنِ تعمیر کی حسین آمیزش نظر آتی ہے، کیوں کہ اس کے ستون ہندی اثرات کے حامل ہیں اور محرابیں مسلم فنِ تعمیر کا نمونہ ہیں۔ مقبرے پر ایک طرف عربی اور فارسی رسم الخط کی تحریریں ہیں اور دوسری طرف کنول کے پھول ہیں۔ مقبرے کی مینت کاری، اینٹوں پر تراشے ہوئے مختلف ڈیزائن اور اس کے وقار کو دیکھ کر بہت سے لوگ غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں اور یہی گمان کرتے ہیں کہ یہ سندھ کے حاکم یا صوبے دار کا مقبرہ ہے۔

---

[۳۵] تحفۃ الکرام۔ ص ۲۹۴

[۳۶] ایضاً، ص ۲۹۵